اپریل ۲۰۲۶ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد :66 شمارہ:04

اپریل ۲۰۲۶ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات و نشریات کا جریدہ

جلد:66 شمارہ:04

اداریہ ۵

۱۔ ایران۔اسرائیل جنگ میں متحدہ عرب امارات کا کردار — کنول افتخار ۶

۲۔ ایران پر امریکی اور اسرائیلی حملے پس منظر، وجوہات اور عالمی ردعمل — امتیاز احمد تارڑ ۱۱

۳۔ جنگ کے پاکستان اور عالمی معیشت پر اثرات — ناصر نقوی ۲۱

۴۔ پاک افغان جنگ، آپریشن غضب للحق جاری ہے آخری دہشتگرد کے خاتمے تک — محمد زکریا ۲۷

۵۔ وینزویلا پر حملہ اور صدر کا اغوا — رباب زہرا ۳۶

نگران اعلیٰ: ثمینہ فرزین
نگران: محمد سلیم
مینجنگ ایڈیٹر: شہیرہ عباس

ایڈیٹر: مائرہ جاوید
ڈیزائنر: محمد وسیم

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز،
291۔اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور

انتظامیہ: 042-99333909
مدیر: 042-99333912
email:editor@pakjamhuriat.org

انتباہ

ادارے اور میگزین ''پاک جمہوریت'' کا مقصد عوام الناس کو آگاہ کرنا اور بہترین مواد مہیّا کرنا ہے۔ البتہ شمارے میں شامل تمام مضامین مصنفین کی ذاتی آراء پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ادارے یا ادارے کے کسی فرد پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اداریہ

پاکستان کو اندرونی طور پر کئی چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں سب سے بڑا دہشت گردی کے خلاف جاری آپریشن ہے جو افغانستان میں ایک مکمل جنگ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس کے باعث نہ صرف پاکستان کی معیشت متاثر ہو رہی ہے بلکہ ہمارے فوجیوں کا خون بھی بہہ رہا ہے۔ پاکستان دہشت گردی کے ناسور کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے پرعزم ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی صورتحال بہتر نہیں ہے۔ امریکہ خطے میں غنڈہ گردی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ پہلے اس نے وینزویلا کے صدر اور ان کی اہلیہ کو اغوا کیا، اور اب ایران کے خلاف ایک بے مقصد جنگ میں مصروف ہے۔ اس جنگ کا اصل ذمہ دار اسرائیل ہے، جو گریٹر اسرائیل کے صہیونی ایجنڈے کے تحت پورے عرب خطے کی تباہی کا منصوبہ رکھتا ہے۔ اس جنگ نے عالمی معیشت اور اسٹاک مارکیٹس کو شدید متاثر کیا ہے۔ سب سے تشویشناک بات یہ ہے کہ آبنائے ہرمز کی بندش کے باعث تیل کی ترسیل شدید متاثر ہوئی، جس سے دنیا بھر میں توانائی کا بحران پیدا ہوا۔ ہم دعا گو ہیں کہ یہ صورتحال جلد ختم ہو اور دنیا دوبارہ معمول کی حالت میں واپس آ سکے۔

شکریہ

ایڈیٹر پاک جمہوریت

ایران۔اسرائیل جنگ میں
متحدہ عرب امارات کا کردار

کنول افتخار
(مصنفہ ایک ممتاز صحافی اور کالم نگار ہیں اور اخبار میں کالم لکھتی ہیں)

ایران اور اسرائیل کے درمیان جاری کشیدہ صورتحال میں متحدہ عرب امارات نے ایک نہایت پیچیدہ اور اہم کردار ادا کیا ہے، جو صرف مشرق وسطیٰ تک محدود نہیں بلکہ عالمی سطح پر توانائی کی فراہمی، عسکری توازن اور امریکی و اسرائیلی مفادات سے بھی جڑا ہوا ہے۔ یو اے ای کی خارجہ پالیسی میں ایران کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو محدود کرنا اور اسرائیل کے تحفظ کو یقینی بنانا سب سے اہم ترجیح ہے۔ اس کی یہ پوزیشن نہ صرف اس کے اپنے دفاع کے لیے ضروری ہے بلکہ خطے میں اس کی معاشی، سیاسی اور عسکری اہمیت کو بھی بڑھاتی ہے۔ یو اے ای کی پالیسی کی بنیاد ایران کے ایٹمی اور عسکری پروگرام پر ہے۔ ایران نے یورینیم کی افزودگی میں اضافہ کیا ہے اور اپنی میزائل صلاحیتوں کے ذریعے خطے میں اسرائیل اور امریکہ کے دفاعی توازن کو چیلنج کیا ہے۔ ایران کے پاس پاسداران انقلاب کی تربیت یافتہ اور منظم فوجی قوت موجود ہے، جس کے ذریعے وہ خلیج اور بحر احمر میں اپنی موجودگی برقرار رکھ سکتا ہے۔ یو اے ای نے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے امریکہ کے موقف کے قریب رہنے اور اس کے عسکری اقدامات کی محتاط حمایت کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس اقدام کا مقصد ایران کی عسکری اور ایٹمی صلاحیتوں کو محدود کرنا اور خطے میں اسرائیل کے تحفظ کو یقینی بنانا تھا۔

اسرائیل کے ساتھ تعلقات نے یو اے ای کو ایک مضبوط اتحادی کے طور پر خطے میں کھڑا کیا اور اس کی بین الاقوامی حیثیت کو بھی مستحکم کیا۔ اقتصادی اور تجارتی پہلو بھی یو اے ای کے کردار میں نمایاں ہیں۔ خلیج اور بحر احمر میں یو اے ای کی بندرگاہیں عالمی توانائی کی ترسیل میں اہم

ابراہیم معاہدے کے بعد یو اے ای اور اسرائیل کے تعلقات نے اس جنگ میں اس کے کردار کو مزید مؤثر بنایا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان عسکری، اقتصادی اور انٹیلیجنس تعاون میں اضافہ ہوا ہے۔ یو اے ای نے اسرائیل کے ساتھ مشترکہ نگرانی، انٹیلیجنس شیئرنگ اور سیکیورٹی تعاون کے ذریعے ایران کی ممکنہ عسکری یا ایٹمی کاروائیوں کا بروقت جواب دینے کی صلاحیت بڑھائی۔ اس تعاون کا مقصد ایران کے بڑھتے خطرے کو محدود کرنا اور اسرائیل کے دفاع کو مضبوط بنانا ہے۔

کردار ادا کرتی ہیں۔ ایران پر جاری امریکی اور اسرائیلی حملوں کے دوران یو اے ای نے اپنی بندرگاہوں اور تیل کی ترسیل کے راستوں کو محفوظ بنایا، تاکہ عالمی توانائی کی مارکیٹ متاثر نہ ہو۔ یو اے ای نے خلیج اور بحر احمر میں بین الاقوامی تجارتی جہازوں کو ایران کے ممکنہ حملوں سے بچانے کے لیے سیکیورٹی فراہم کی۔ اس اقدام سے نہ صرف ایران کی کوششیں ناکام رہیں بلکہ عالمی توانائی کی ترسیل میں استحکام بھی قائم رہا۔ یو اے ای نے خطے میں سیاسی اور سفارتی سطح پر بھی فعال کردار ادا کیا۔ ایران اور اسرائیل کے درمیان بڑھتے تنازعات کے دوران یو اے ای نے امریکہ اور نیٹو کے ساتھ رابطے قائم رکھے، تاکہ کسی بھی ممکنہ تصادم کو محدود کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ، یو اے ای نے عالمی سطح پر ایران کی جانب سے ممکنہ خطرات کے حوالے سے اپنی پوزیشن واضح کی اور خطے میں استحکام قائم رکھنے کی کوشش کی۔ یو اے ای کی یہ پالیسی متوازن ہے، جس میں ایران کو چیلنج کیا جاتا ہے مگر جنگ کے مکمل پھیلاؤ سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یو اے ای کی خارجہ پالیسی میں عسکری، اقتصادی اور سفارتی توازن کی حکمت عملی نمایاں ہے۔ ایران کے خلاف محتاط حمایت، اسرائیل کے ساتھ تعاون اور عالمی توانائی کے راستوں کی

حفاظت اس کے اہم اقدامات ہیں۔

یواے ای کی کوشش یہ ہے کہ خطے میں ایران کے بڑھتے اثر ورسوخ کو کم کیا جائے، اسرائیل کے دفاع کو مضبوط بنایا جائے اور عالمی توانائی کی ترسیل میں خلل نہ آئے۔ یہ حکمت عملی یواے ای کو مشرق وسطیٰ میں ایک طاقتور اور مؤثر کھلاڑی کے طور پر سامنے لاتی ہے، اور مستقبل میں خطے میں اس کے کردار کو مزید اہم بنانے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یواے ای نے جنگ کے دوران امریکی فضائی اور بحری آپریشنز میں معلومات فراہم کر کے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ امریکی فوج نے ایران کے میزائل ٹھکانوں، فوجی اڈوں اور ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنایا۔ یواے ای نے اس دوران فضائی نگرانی اور انٹیلیجنس فراہم کی، تاکہ حملے زیادہ مؤثر اور نشانے دار ہوں۔ اس تعاون کی وجہ سے امریکہ اور اسرائیل کے حملوں کی کامیابی میں اضافہ ہوا اور ایران کی فوجی صلاحیتوں کو محدود کیا جا سکا۔ یو اے ای کی اس پوزیشن میں اقتصادی تحفظ بھی شامل ہے۔ ایران پر حملوں کے دوران، یواے ای نے اپنی توانائی کی ترسیل، بندرگاہوں کی سیکیورٹی اور تجارتی راستوں کی حفاظت کو یقینی بنایا۔ خلیج اور بحر احمر میں بین الاقوامی تجارتی جہازوں کی حفاظت سے ایران کے ممکنہ حملوں کا خطرہ کم

اس کے علاوہ یواے ای نے اپنے اقتصادی مفادات کے تحفظ کے لیے امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ تعاون کیا، تاکہ خطے میں اقتصادی اور تجارتی نقصان کم سے کم ہو۔ سیاسی اور سفارتی سطح پر یواے ای نے ایران اور اسرائیل کے درمیان بڑھتے کشیدگی کے دوران ثالث کا کردار بھی ادا کیا۔ یواے ای نے امریکی اور نیٹو حکام کے ساتھ مشاورت کے ذریعے خطے میں تصادم کے خطرات کو کم کیا اور ایران کو محتاط رہنے کی نشاندہی کی۔ اس کے علاوہ یواے ای نے عالمی سطح پر اپنی پوزیشن کو مستحکم کیا اور ایران کی ممکنہ جارحیت کے خلاف بین الاقوامی حمایت حاصل کی۔

ہوااور عالمی توانائی کی مارکیٹ مستحکم رہی۔

یواے ای کی خارجہ پالیسی میں تین عناصر نمایاں ہیں:

ایران کی بڑھتی طاقت کو محدود کرنا، اسرائیل کے دفاع اور سلامتی کو یقینی بنانا اور عالمی توانائی کی ترسیل کو محفوظ رکھنا۔ یواے ای کی یہ پالیسی متوازن اور محتاط ہے، جو خطے میں استحکام قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر اس کی اہمیت اور اثر ورسوخ کو بھی بڑھاتی ہے۔

یواے ای نے ایران اور اسرائیل کی جنگ میں انسانی امداد اور اقتصادی استحکام کے اقدامات بھی کیے ہیں۔ یواے ای نے عالمی امدادی اداروں کے ساتھ مل کر متاثرہ علاقوں میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کارروائیاں کیں تاکہ شہری نقصان کم سے کم ہو اور بین الاقوامی رائے میں اس کی شبیہ مثبت رہے۔ اقتصادی طور پر یواے ای نے تیل کی عالمی ترسیل اور تجارتی راستوں کی حفاظت کر کے خطے میں استحکام قائم رکھا، جس سے عالمی توانائی مارکیٹ متاثر نہیں ہوئی۔ یواے ای کی عسکری حکمت عملی میں دفاعی اقدامات، بحری اور فضائی نگرانی، اور ممکنہ ایرانی حملوں کا فوری جواب دینے کی صلاحیت شامل ہے۔ اس نے امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ مل کر ایران کی ممکنہ جارحیت کے خلاف منصوبہ بندی کی اور اپنی فوجی موجودگی کو اسٹریٹجک علاقوں میں مضبوط بنایا۔ اس حکمت عملی سے نہ صرف ایران کے حملوں کے امکانات محدود ہوئے بلکہ یواے ای کی دفاعی تیاری بھی عالمی سطح پر نمایاں ہوئی۔ مجموعی طور پر، ایران اور اسرائیل کی جنگ میں یواے ای نے ایک معاون، حکمت عملی پر مبنی اور فعال کردار ادا کیا ہے۔ اس نے امریکہ اور اسرائیل کے اقدامات کو خطے کے استحکام اور توانائی کے عالمی نظام کے تحفظ کے ساتھ جوڑ کر دیکھا ہے۔ یواے ای کی یہ پوزیشن اسے مشرق وسطیٰ میں ایک طاقتور کھلاڑی کے طور پر سامنے لاتی ہے اور مستقبل میں خطے میں اس کے اثر ورسوخ کو مزید مستحکم کرنے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

ایران پر امریکی اور اسرائیلی حملے
پس منظر، وجوہات اور عالمی ردعمل

امتیاز احمد تارڑ
(کالم نگار اور اینکر ہیں، اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں)

صہیونی نظریہ اور اسرائیل کی تشکیل سے لے کر موجودہ ایران، امریکہ اور اسرائیل تنازع تک مشرق وسطیٰ کے حالات آج دنیا کے لیے سب سے بڑے جیو پولیٹیکل چیلنجز میں شامل ہیں۔ صہیونی اسرائیلی اور امریکی قیادت نے ایک ایسا نیا بیانیہ تشکیل دیا ہے جو پہلے ڈھکا چھپا تھا، مگر اب واضح ہو چکا ہے۔ جسے ماضی میں یہودی سازش کے طور پر مسترد کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، آج وہ حقیقت بن کر دنیا کے سامنے کھڑی ہے۔ صہیونی اسرائیلی اور امریکی دونوں اس حقیقت کو برملا تسلیم کر رہے ہیں اور موجودہ جنگ کو مذہبی اور نظریاتی جنگ کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ صہیونی اسرائیلی نظریہ " گریٹر اسرائیل" کی بنیاد پر بنایا گیا ہے، جسے وہ بائبل مقدس سے تصدیق دے کر حقانی تصور کرتے ہیں۔

یہ نظریہ تاریخی دعووں اور مذہبی بنیادوں پر مبنی ہے، جس کے مطابق اسرائیل کا قیام ایک بدیہی حقیقت ہے۔ تاریخی طور پر 70 عیسوی میں یہودیوں پر عذاب مسلط ہوا، ان کی عظیم سلطنت بابلی بادشاہ بخت النصر کے ہاتھوں تباہ ہوئی، ہیکل سلیمانی کو پیوند خاک کر دیا گیا اور یہودی غلام بن کر منتشر ہو گئے۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو صلیب دینے سے پہلے یحییٰ کو قتل کیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صلیب دینے کی کوشش کی گئی، تاہم قرآن مجید کے مطابق اللہ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔

ان کے بعد یہودیوں پر 2000 سال تک عذاب جاری رہا، وہ ملکوں ملکوں میں منتشر ہوئے اور ذلت و محکومی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیے گئے۔ صہیونی منصوبہ سازی کے ذریعے یہودیوں نے اپنے دشمنوں کو تقسیم کیا، مسیحیت اور یورپ کے طاقتور ممالک کے تعاون سے اپنے

مفادات کے لیے حمایت حاصل کی ۔آج یہ دیکھا جارہا ہے کہ اسرائیل کی صہیونی قیادت،عیسائی دنیا کے کندھوں پر سوار ہوکر گریٹر اسرائیل کے قیام کی کوششیں کررہی ہے۔

صہیونی تحریک اور ریاست اسرائیل کا قیام:

1948ء میں ریاست اسرائیل کے قیام کے بعد یہودی تاریخ میں نیا دور شروع ہوا۔ریاست اسرائیل بنیادی طور پر صہیونی تحریک کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جو1897ء میں تھیوڈور ھرزل نے آسٹریا/ہنگری میں شروع کی ۔اس تحریک کے مطابق یہودی ایک قوم ہیں اور انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ داؤد وسلیمان کے دور کی ریاستی حدود میں اپنے علاقے پر دوبارہ ریاست قائم کریں۔ یہ نظریہ آج کے اسرائیل کی بنیاد بن چکا ہے،جس میں اسرائیلی اور امریکی قیادت مشترکہ طور پر ایران پر دباؤ ڈال رہی ہے۔

ایران پر امریکہ اور اسرائیل کے نزدیک حملوں کی وجوہات:

ایران پر امریکہ اور اسرائیل کے حالیہ حملے صرف فوری فوجی یا سکیورٹی اقدامات نہیں بلکہ ایک پیچیدہ جیوپولیٹیکل ،نظریاتی اور اقتصادی حکمت عملی کا حصہ ہیں۔ان حملوں کے پیچھے متعدد عوامل کارفرما ہیں،جنہیں سمجھنا موجودہ مشرق وسطیٰ کے بحران کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

1۔ایران کے ایٹمی پروگرام کا خوف

امریکہ اور اسرائیل کا سب سے بڑا خدشہ ایران کی ایٹمی صلاحیت ہے۔ایران نے گزشتہ برسوں میں یورینیم کی افزودگی میں اضافہ کیا، جو60 فیصد تک پہنچ چکی ہے، جو ایٹمی ہتھیار بنانے کی قریب ترین سطح ہے۔امریکی اور اسرائیلی قیادت کا موقف ہے کہ اگر ایران ایٹمی ہتھیار حاصل کر لیتا ہے تو خطے میں طاقت کا توازن تبدیل ہوجائے گا اور اسرائیل کے وجود کو خطرہ لاحق ہوجائے گا۔

2۔آبنائے ہرمز کی بندش اور عالمی توانائی پر اثر

ایران نے مشرق وسطیٰ میں عالمی توانائی کی ترسیل کے اہم راستے ،آبنائے ہرمز،کو بند کرنے کی دھمکی دی ہے۔اس پٹری کے ذریعے دنیا کے تقریباً 20 فیصد تیل کی ترسیل ہوتی ہے۔امریکہ اور اسرائیل نے اس بات کا خدشہ ظاہر کیا کہ ایران عالمی معیشت اور توانائی کی ترسیل کو بلیک میل کرنے کی کوشش کررہا ہے۔اس لیے حملے کا مقصد ایران کی بحری صلاحیت اور آبنائے ہرمز پر اثر ورسوخ کو محدود کرنا ہے۔

3۔ایران کی علاقائی اثر ورسوخ کی روک تھام

ایران خطے میں اپنے شیعہ محور اور عسکری تنظیموں کے ذریعے اثر ورسوخ بڑھا رہا ہے۔امریکہ اور اسرائیل چاہتے ہیں کہ ایران کی فوجی اور سیاسی طاقت محدود ہوتا کہ اس کے اثر ورسوخ کو کم کیا جاسکے۔اس کا مقصد اسرائیل کے دفاع کو مضبوط کرنا اور خلیجی ریاستوں میں امریکی اثر کو یقینی بنانا ہے۔

4۔صہیونی نظریاتی اہداف

صہیونی اسرائیل کے قیام کے بعد گریٹر اسرائیل کے نظریے کے مطابق ایران ایک اہم خطرہ ہے۔اسرائیل چاہتا ہے کہ ایران کی عسکری اور ایٹمی صلاحیت کو محدود کیا جائے تا کہ اسرائیل کی سرحدیں اور قومی مفادات محفوظ رہیں۔امریکہ نے اسرائیل کے تحفظ اور صہیونی اہداف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایران پر حملے کی حمایت کی۔

5۔عالمی دہشت گردی اور نیوکلیئر تنصیبات پر کنٹرول

ایران کی حمایت یافتہ تنظیمیں جیسے حزب اللہ اور حشد الشعبی ،مشرق وسطیٰ میں امریکہ اور اسرائیل کے مفادات کے لیے خطرہ سمجھی جاتی ہیں۔ان تنظیموں کی موجودگی اور ایران کی نیوکلیئر تنصیبات کا پھیلاؤ، امریکہ اور اسرائیل کے لیے لاحق خطرات میں شامل ہیں،جس کی بنیاد پر حملوں کی منصوبہ بندی کی گئی۔

6۔ایران کی داخلی حکومت اور پاسداران انقلاب کے اثر ورسوخ کا کمزور کرنا

حالیہ حملوں میں امریکی اور اسرائیلی حکمت عملی کا مقصد ایران کے سپریم لیڈر اور پاسداران انقلاب کی قیادت کو متاثر کرنا بھی ہے۔ایران کی قیادت کی معلومات جاسوسی ،سیٹلائٹ امیجز اور سائبر انٹیلیجنس کے ذریعے امریکہ اور اسرائیل تک پہنچیں،جس سے ان کے حملے زیادہ نشانے دار

اور موثر ہوئے۔

7۔ تاریخی اور نظریاتی پس منظر

اسرائیل اور امریکہ کی ایران پر جنگی کارروائیوں کے پیچھے صہیونی اور مسیحی نظریات بھی کارفرما ہیں۔ صہیونی اسرائیل کے لیے ایران کی طاقت کو کمزور کرنا نہ صرف جغرافیائی بلکہ مذہبی اور تاریخی اہداف کی تکمیل ہے، تاکہ اسرائیل کے قیام اور گریٹر اسرائیل کے نظریے کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔

8۔ معاشی اور توانائی کے عوامل

ایران کے خلاف حملے کا ایک مقصد عالمی توانائی کی مارکیٹ میں اثر ڈالنا بھی تھا۔ ایران کی تیل برآمدات اور آبنائے ہرمز میں اس کا کنٹرول امریکی اور اسرائیلی اقتصادی مفادات کے لیے خطرہ تھا۔ امریکہ نے ایران کے میزائل پروگرام اور تیل کی ترسیل کو نشانہ بنا کر توانائی کی عالمی مارکیٹ میں اپنا اثر برقرار رکھنے کی کوشش کی۔

9۔ ایران کی عسکری اور سائبر صلاحیتیں

ایران نے سائبر جنگ اور جدید میزائل تنصیبات کے ذریعے خطے میں اپنی طاقت کو مضبوط کیا۔ امریکہ اور اسرائیل نے یہ سمجھا کہ اگر ایران کی عسکری صلاحیتوں کو محدود نہ کیا گیا تو مستقبل میں وہ مشرق وسطیٰ میں امریکی اور اسرائیلی مفادات کے لیے خطرہ بن سکتی ہیں۔

اس لحاظ سے ایران پر امریکی اور اسرائیلی حملے صرف ایک فوری فوجی کارروائی نہیں بلکہ ایک مکمل منصوبہ بندی کے تحت کی گئی کارروائی ہے، جس میں ایٹمی، عسکری، اقتصادی، نظریاتی اور جغرافیائی وجوہات شامل ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل چاہتے ہیں کہ ایران کی ایٹمی صلاحیت محدود ہو، آبنائے ہرمز پر اس کا اثر ختم ہو، خطے میں اسرائیل کی حفاظت یقینی ہو اور عالمی توانائی کی مارکیٹ میں امریکی اور صہیونی مفادات محفوظ رہیں۔

امریکی میڈیا کے مطابق صدر ٹرمپ نے اسرائیل کے ساتھ مل کر ایران کے خلاف یہ جنگ ایک کمزور دشمن کے خلاف شروع کی تھی، لیکن اب اس جنگ کی بھاری معاشی قیمت امریکہ اور اس کے اتحادی برداشت کر رہے ہیں۔ امریکہ نے 28 فروری سے اسرائیل کے ساتھ مشترکہ حملے شروع کیے، جن میں میزائل حملے، فضائی حملے اور بحری کارروائیاں شامل ہیں۔ ایران نے اپنے ایٹمی پروگرام کو محفوظ رکھنے اور یورینیم کی ذخیرہ کاری جاری رکھنے کی کوششیں کی ہیں، جبکہ پاسداران انقلاب نے سائبر حملے اور آبنائے ہرمز کی بندش کی دھمکیاں دی ہیں۔

عالمی برادری کا ردعمل اور موجودہ جنگ میں ممالک کی حمایت ایران اور امریکہ/ اسرائیل کے درمیان جاری جنگ نے عالمی سیاست، معیشت اور دفاعی توازن پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اس جنگ پر دنیا کے مختلف ممالک اور تنظیموں نے مختلف موقف اختیار کیا ہے۔

1۔نیٹو اور مغربی ممالک کا ردعمل

نیٹو کے سابق جنرل سیکریٹری جینز اسٹولٹن برگ نے واضح کیا کہ ایران کے خلاف امریکی اور اسرائیلی حملے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ نیٹو کو اس جنگ میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ نیٹو کبھی بھی مڈل ایسٹ کے روایتی جھگڑوں میں شامل نہیں رہا۔سویڈن کے سابق وزیراعظم اور ای کونسل کے فارن ریلیشنز کے چیئرمین کارل بلڈ نے اسٹولٹن برگ کی آڈیو انٹرویو کو شیئر کرتے ہوئے کہا کہ نیٹو کو جنگ میں کسی بھی طرح کی مداخلت سے دور رہنا چاہیے۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اگر نیٹو اس جنگ میں شامل ہوا تو یہ عالمی امن اور اتحاد کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔

2۔امریکی اتحادی ممالک

امریکی اتحادی ممالک، خاص طور پر سعودی عرب، اسرائیل اور خلیجی ممالک، امریکہ کے موقف کے قریب ہیں۔اسرائیل امریکہ کے ساتھ مکمل ہم آہنگی میں ہے اور ایران کو خطے میں اپنے مفادات کے لیے خطرہ قرار دیتا ہے۔اسرائیل نے ایران کے ایٹمی پروگرام اور خطے میں اس کی عسکری موجودگی کو روکنے کے لیے امریکی کارروائیوں کی حمایت کی۔خلیج کے ممالک نے امریکی اقدامات کے لیے محتاط حمایت ظاہر کی ہے۔وہ ایران کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو خطے میں خطرہ سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف امریکی اقدامات کو جائز قرار دیتے ہیں۔

3۔ایران کے اتحادی اور حامی ممالک

ایران کے کئی اتحادی ممالک اور گروہ اس جنگ میں اس کے ساتھ کھڑے ہیں:

حزب اللہ (لبنان): ایران کی حمایت یافتہ مسلح تنظیم ہے، جو مشرق وسطیٰ میں ایران کے اثر کو مضبوط کرنے میں مدد دیتی ہے۔

عراق کے شیعہ گروہ: ایران کے ساتھ فوجی اور عسکری تعاون رکھتے ہیں اور ایران کے خلاف کسی بھی کارروائی کو خطے میں خطرہ سمجھتے ہیں۔ پاکستان اور کچھ دیگر مسلم ممالک نے کھلی حمایت کا اعلان نہیں کیا گیا، لیکن بعض ممالک ایران کی خودمختاری کے حق میں بیان دیتے رہے ہیں۔

4۔اقوام متحدہ اور عالمی ادارے

اقوام متحدہ نے اس تنازع پر تشویش ظاہر کی ہے اور دونوں فریقوں سے کہا ہے کہ وہ بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کا احترام کریں۔ سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ نے خاص طور پر شہریوں کی جان و مال کے تحفظ پر زور دیا اور جنگ بندی کے لیے ثالثی کی کوششوں کا عندیہ دیا۔

5۔معاشی اور توانائی کے شعبے پر اثر

عالمی توانائی مارکیٹ میں بے چینی برقرار ہے کیونکہ آبنائے ہرمز سے دنیا کے تقریباً 20 فیصد تیل کی ترسیل ہوتی ہے۔ چین، بھارت، جاپان اور یورپی ممالک اس تنازع کے اثرات سے متاثر ہیں، کیونکہ یہ ممالک ایران اور خلیج کی تیل کی برآمدات پر انحصار کرتے ہیں۔ عالمی برادری نے اس جنگ کو خطے میں عدم استحکام کے طور پر دیکھا اور کہا کہ توانائی کی قیمتیں بڑھ سکتی ہیں اور عالمی معیشت متاثر ہو سکتی ہے۔

6۔مجموعی عالمی تقسیم

اس وقت اس جنگ میں عالمی طاقتیں دو گروہوں میں تقسیم ہیں: امریکہ کے ساتھ کھڑے ممالک: اسرائیل، بعض مغربی ممالک (حدود میں محتاط حمایت، مثال: برطانیہ اور فرانس نے براہ راست فوجی مداخلت سے انکار کیا)

ایران کے ساتھ کھڑے ممالک میں حزب اللہ (لبنان) بعض عراق کے شیعہ گروہ ایران کی حمایت یافتہ دیگر علاقائی گروہ۔

غیر جانبدار یا ثالث ممالک:

نیٹو (مداخلت نہیں کر رہا) چین، بھارت، جاپان، یورپی ممالک (توانائی اور اقتصادی اثرات کے حوالے سے محتاط) اقوام متحدہ (دونوں فریقوں کو مذاکرات کی طرف راغب کر رہا ہے)

امریکہ کی فوجی حکمت عملی

ایران پر امریکہ اور اسرائیل کے حالیہ حملے ایک پیچیدہ جیوپولیٹیکل، عسکری، اقتصادی اور نظریاتی پس منظر کے حامل ہیں۔ اس جنگ کے پیچھے صرف فوری فوجی کارروائی نہیں بلکہ کئی دہائیوں کی تاریخی، علاقائی اور بین الاقوامی سیاست کارفرما ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کے موقف

کے مطابق ایران کی بڑھتی ہوئی عسکری صلاحیت، ایٹمی پروگرام، اور خطے میں اس کا اثر ورسوخ نہ صرف اسرائیل بلکہ خلیج اور عالمی طاقتوں کے لیے خطرہ ہے۔

دوسری اہم وجہ آبنائے ہرمز اور بحر احمر میں ایران کا اثر ورسوخ ہے۔ آبنائے ہرمز دنیا کے تقریباً 20 فیصد تیل کی ترسیل کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ایران نے اسے بند کرنے کی دھمکی دی تھی۔ امریکہ نے اس خدشے کو مدنظر رکھتے ہوئے 2500 میرینز اور متعدد جنگی جہاز مشرق وسطی میں تعینات کیے تاکہ ضرورت پڑنے پر آبنائے ہرمز اور جزیرہ خارگ کے کنٹرول کو یقینی بنایا جاسکے۔ اس کا مقصد ایران کی بحری صلاحیت کو محدود کرنا اور عالمی توانائی کی ترسیل کو بلاتعطل جاری رکھنا تھا۔

> ایران نے یورینیم کی افزودگی میں اضافہ کیا ہے اور اس کے ایٹمی پروگرام کے ذریعے ایٹمی ہتھیار بنانے کی صلاحیت موجود ہے، جسے امریکہ اور اسرائیل قبول نہیں کر سکتے۔ ایران کے ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے کی صورت میں مشرق وسطیٰ میں طاقت کا توازن تبدیل ہو جائے گا اور اسرائیل کے وجود کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اسی وجہ سے امریکہ نے ایران پر حملے کا فیصلہ کیا، تاکہ اس کی ایٹمی اور عسکری صلاحیت محدود کی جاسکے اور اسرائیل کے دفاع کو مضبوط بنایا جاسکے۔

امریکی فوجی حکمت عملی میں یہ پہلو اس لیے اہم تھا کہ اگر ایران کی چھوٹی کشتیوں یا پاسداران انقلاب کے ارکان سپر ٹینکر زیا اہم بحری جہازوں پر حملے کریں تو انہیں فوراً جواب دیا جا سکے۔ امریکی فوجی حکمت عملی میں ایران کی فوجی تنصیبات، میزائل پروگرام، اور پاسداران انقلاب کی عسکری موجودگی کو محدود کرنے کی کوشش کی گئی۔ امریکی فضائیہ نے میزائل اور بمباری کے ذریعے ایران کے حساس مقامات کو نشانہ بنایا، اور ریفیولنگ طیاروں کے ذریعے طویل فضائی آپریشنز ممکن بنائے۔ تاہم، ریفیولنگ طیارے کے حادثات میں عملے کی ہلاکتیں بھی ہوئیں، جس سے جنگ کی پیچیدگی اور خطرات سامنے آئے۔

امریکی فوجی حکمت عملی میں سائبر حملے اور جاسوسی بھی شامل ہیں، تاکہ ایران کی انٹیلیجنس اور ڈیجیٹل نیٹ ورکس پر کنٹرول حاصل کیا جا سکے۔ سیٹلائٹ امیجز اور انسانی معلومات کے ذریعے ایران کی قیادت اور اہم تنصیبات کی نشاندہی کی گئی، جس سے حملے زیادہ مؤثر بنائے گئے۔ صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو جنگ کے دوران کئی اہم فیصلے کرنے تھے۔ انہیں فیصلہ کرنا تھا کہ کیا ایران کے خلاف حملے جاری رکھے جائیں یا جنگ روکی جائے، آیا میرینز کو خارگ جزیرے میں بھیجا جائے تاکہ تیل کی پائپ لائنز اور فوجی تنصیبات پر کنٹرول حاصل کیا جاسکے، اور کب اور کہاں فضائی یا زمینی کارروائی کی جائے۔ ان فیصلوں کی بنیاد امریکی حکمت عملی کی تھی کہ ایران کی عسکری صلاحیت محدود ہو، اسرائیل کے دفاع کو یقینی بنایا جاسکے اور آبنائے ہرمز میں عالمی توانائی کی ترسیل برقرار رہے۔

ایران کے ردعمل کو بھی امریکی حکمت عملی میں مدنظر رکھا گیا۔ امریکی قیادت نے پیش گوئی کی کہ چھوٹی کشتیوں پر سوار پاسداران

امریکی اور اسرائیلی حملوں کا ایک اہم مقصد ایران کی داخلی قیادت اور سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای کی اثر ورسوخ کو کمزور کرنا بھی تھا۔ امریکہ کی انٹیلیجنس معلومات، سیٹلائٹ امیجز اور انسانی نیٹ ورک کے ذریعے ایران کی قیادت اور حساس مقامات کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کیں، جس سے حملے زیادہ نشانے دار اور مؤثر بنائے گئے۔ امریکہ نے فضائی، بحری اور زمینی یونٹس کے ساتھ ساتھ سائبر حملے بھی کیے تاکہ ایران کی فوجی، اقتصادی اور انتظامی صلاحیت پر دباؤ ڈالا جا سکے۔

انقلاب کے ارکان، میزائل حملے یا ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کے امکانات موجود ہیں۔ اس لیے امریکی فوجی حکمت عملی میں دفاعی اقدامات، بحری اور فضائی تعیناتی، اور فوری جواب دینے کی صلاحیت شامل تھی۔

معاشی پہلو بھی امریکی جنگی حکمت عملی میں اہم تھا۔ ایران پر حملوں کے ذریعے تیل کی ترسیل کو کنٹرول کرنا، عالمی توانائی کی مارکیٹ میں اثر ڈالنا اور ایران کی آمدنی کو محدود کرنا امریکی مقاصد میں شامل تھا۔ توانائی کے عالمی راستوں اور آبنائے ہرمز کی حفاظت کو یقینی بنایا گیا تاکہ عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں قابو میں رہیں اور خطے میں امریکی اثر قائم رہے۔ جنگ کے انسانی اور مالی اثرات بھی بہت بڑے ہیں۔ امریکی میڈیا کے مطابق 28 فروری سے اب تک کم از کم 1444 ایرانی شہری شہید ہو چکے ہیں، جبکہ 13 امریکی فوجی بھی مارے گئے اور 140 سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ امریکی نیشنل اکنامک کونسل کے ڈائریکٹر کے مطابق امریکہ نے اس جنگ پر تقریباً 12 ارب ڈالر خرچ کیے، جس میں پہلے ہفتے ہی

اسلحہ اور گولہ بارود پر 5 ارب ڈالر سے زیادہ خرچ ہوئے۔

اس جنگ کی ایک اور اہم وجہ صہیونی اسرائیل کے نظریاتی اہداف ہیں۔ گریٹر اسرائیل کے تصور کے تحت ایران خطے میں سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اسرائیل چاہتا ہے کہ ایران کی عسکری اور ایٹمی صلاحیت محدود ہو، تاکہ اسرائیل کی سرحدیں محفوظ رہیں اور صہیونی مفادات کو تحفظ ملے۔ امریکہ نے بھی اسرائیل کے دفاع اور خطے میں اپنے اثر ورسوخ کو برقرار رکھنے کے لیے اس جنگ کی حمایت کی۔ امریکہ نے ایران کے خلاف فوجی اقدامات میں اسرائیل کے ساتھ مکمل ہم آہنگی اختیار کی۔ اسرائیل نے ایران کے ایٹمی پروگرام اور خطے میں اس کی عسکری موجودگی کو خطرہ قرار دیا اور امریکی کارروائیوں کی مکمل حمایت کی۔

اس پورے پس منظر میں یہ واضح ہے کہ امریکہ اور اسرائیل نے ایران پر حملہ اس لیے کیا تاکہ ایران کی طاقت محدود ہو، خطے میں اسرائیل اور امریکی مفادات محفوظ رہیں، آبنائے ہرمز پر کنٹرول قائم ہو، اور عالمی توانائی کی مارکیٹ پر ایران کا اثر ختم کیا جا سکے۔ حملے کے نتائج نہ صرف ایران کے لیے بلکہ خطے اور عالمی سطح پر بھی اثر انداز ہوں گے، اور عالمی طاقتیں اس جنگ کے اثرات سے محتاط نظر آ رہی ہیں۔

جنگ کے پاکستان اور عالمی معیشت پر اثرات

ناصر نقوی
(مصنف سینئر جرنلسٹ اور کالم نویس ہیں)

دنیا اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جنگ مسائل کا حل نہیں بلکہ مسائل کو جنم دیتی ہیں پھر بھی دنیا کے معاشی حالات کے اتار چڑھاؤ میں مختلف جنگیں رونما ہوئیں اور اس وقت بھی دنیا حالت جنگ میں ہے۔ دنیا کے امن اور خوشحالی کے ذمہ دار کوئی نیا بیانیہ بنا کر ملکوں کو آپس میں لڑا کر اپنی معاشی خوشحالی کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ذمہ دار ہی دنیا کے امن کے لیے اسلحہ بارود سے میزائل، جیٹ، جہاز، ڈونز، ڈیفنس سسٹم بیچ کر امن رکھنے کی خوشخبری سناتے ہیں لیکن چند بڑے اور اہم ممالک کی سامان ضرب وحرب کی صنعت ترقی پذیر ہے۔ یہی خواہش مند ہیں کہ جنگیں کہیں نہ کہیں ہوتی رہیں اور ان کا سارا سال ساز وسامان بکتا رہے۔ ماضی میں جھانکنے کی ضرورت نہیں، ماضی قریب اور حال کا ہی جائزہ لے لیں تو ساری صورتحال واضح ہو جائے گی یوکرائن ایک بڑے ملک روس سے برسوں سے لڑ رہا ہے امریکہ بہادر اور یورپی ممالک اس کی مدد کر رہے ہیں۔ روس فتوحات اور انسانوں کے قتل عام کے بعد یوکرائن میں گھس چکا ہے جبکہ یوکرائن تباہی اور بربادی کے باوجود روس سے بھرپور مقابلے میں مدمقابل کھڑا ہے کہ یورپ اور امریکہ اس کے ساتھ ہیں۔ اسی غلط فہمی میں خوفناک حملے سے رہبر معظم آیت اللہ علی خامنائی اور ان کے اہم رفقاء پاسداران انقلاب کی صف اول کی قیادت کو نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا لیکن سب تدبیریں الٹی ہو گئیں۔ پاسداران انقلاب اور روحانی رہنماؤں کی قبل از وقت حکمت عملی نے رنگ دکھایا۔ ایرانی متحد ہوئے اور ایک امت بن کر سامنے کھڑے ہوئے، اندازے خاک میں مل گئے ایران نے اپنی سلامتی کا ریاستی حق استعمال کرتے ہوئے مشرق وسطیٰ کے امریکی اڈوں کو بلا امتیاز کارروائی سے نہ صرف عرب ممالک کو معاشی

اور عسکری جال میں پھنسا دیا بلکہ عالمی معیشت کو ہلانے کے لیے آبنائے ہرمز کی ناکہ بندی کر دی۔ جس جنگ کا گھنٹوں اور دنوں میں ختم ہونے کا اندازہ لگایا گیا تھا وہ اب ہفتوں میں بھی ختم ہوتی دکھائی نہیں دے رہی۔ صدر ٹرمپ نے اپنے ساتھ اتحادی ممالک سے آبنائے ہرمز کی سکیورٹی کے لیے جنگی جہاز مانگے لیکن برطانیہ، فرانس، جاپان، جرمنی، آسٹریلیا ہی نے نہیں، نیٹو فورسز نے بھی مدد سے انکار کر کے امریکہ اور ٹرمپ کو تنہا کر دیا۔ جب دنیا بھر کی معیشتیں بحران کا شکار ہوئیں، اسٹاک ایکسچینج عالمی سطح پر زمین بوس ہوئی تو ٹرمپ نے پہلے یاد دہانی کرائی کہ جنوبی کوریا، جاپان، فرانس، چین اور برطانیہ کی معیشت کا انحصار خلیج کے تیل سپلائی سے جڑا ہے لہذا وہ جنگ میں حصہ لیں، بات نہیں بنی تو ٹرمپ نے دھمکی دے دی کہ اگر یورپی ممالک نے ساتھ نہ دیا تو نیٹو کا انجام بہت برا ہوگا۔ حقیقت یہی ہے کہ جنگ نے مشرق وسطی ممالک کو ہی نہیں، معاشی طور پر پوری دنیا کو لپیٹ میں لے لیا ہے، تیل اور گیس کی قیمتوں میں اضافے نے پوری دنیا کو پریشان کر دیا ہے۔ ایسے میں بھلا پاکستان کیسے اثرات سے بچ سکتا تھا کیونکہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو توانائی کے لیے زیادہ تر درآمدات پر انحصار کرتا ہے اس لیے عالمی منڈی میں تیل کا بحران پیدا ہوا تو اس کا اثر پاکستان پر بھی پڑا بلکہ ابھی مزید بھی پڑے گا۔ اس کے درآمدی اخراجات میں ایک ارب تک اضافے کے امکانات ہیں جو جنگی صورتحال میں بڑھ تو سکتے ہیں لیکن اس میں کمی ممکن نہیں ہوگی۔ حکومت پاکستان نے چند بنیادی فیصلے بھی کیے جو فی الحال وقتی ہیں کیونکہ اس صورتحال سے مہنگائی میں اضافہ روکا نہیں جا سکے گا۔ پٹرول، گیس، ڈیزل اور بجلی کی قیمتوں کے بڑھنے سے سب سے پہلے اشیائے ضروریہ کے ریٹ بڑھیں گے، زیادہ درآمدی اخراجات کی وجہ سے زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی ہوگی تو روپے کی قدر و منزلت بھی کم ہو جائے گی۔ مہنگائی کے کنٹرول کی کوشش میں اسٹیٹ بینک شرح سود بڑھا سکتا ہے جب جنگی صورتحال اور سیاسی بے یقینی بڑھے تو اقتصادی معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ سرمایہ کار اچھے وقت کے انتظار میں سرمایہ کاری میں احتیاط برتتے ہیں جس کے نتائج مجموعی معاشی حالات کے لیے بہتر نہیں ہو پاتے۔ ایسا صرف پاکستان میں نہیں ہوتا بلکہ جب عالمی تجارت متاثر ہوتی ہے تو طلب اور رسد کے معاملات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں اشیاء کی ترسیل میں تاخیر ہی نہیں، فریٹ اور چارجز بڑھتے ہیں اس سے خوراک اور صنعتی مصنوعات مہنگی ہو جاتی ہیں۔

> بھارت جیسا ازلی دشمن پاکستان سے مئی 2025 میں معرکہ حق کی شکست سے دوچار ہوا، فرانس کے رافیل طیارے اور اہم ڈیفنس سسٹم کی تباہی کے بعد سینز فائر ہوتے ہی نئے جہاز اور جدید جنگی سامان کی اربوں روپے کی خریداری کے لیے تیار ہو گیا لیکن ان دونوں جنگوں کے اثرات بھی پوری دنیا کو محسوس ہوئے۔ رہی سہی کسر امریکہ اور اسرائیل نے ایران پر جنگ مسلط کر کے پوری کر دی کیونکہ آٹھ ماہ قبل اسرائیل کے حملے سے اہم سائنس دانوں اور عسکری قیادت کی شخصیات کی شہادت کے بعد خفیہ اداروں موساد اور سی۔ آئی۔ اے کی رپورٹ یہی تھی کہ ایران کی کمر ٹوٹ چکی، اگر اس پر بھرپور حملہ کیا جائے تو چند گھنٹوں نہیں تو دنوں میں وہ شکست تسلیم کر لے گا۔

ملکی اور عالمی سطح کی غیر یقینی صورتحال میں ہمیشہ سرمایہ کار کبھی بھی سرمایہ کاری کا رسک نہیں لیتا اور پیچھے ہٹ جاتا ہے اس کا اثر براہ راست سٹاک مارکیٹس پر پڑتا ہے، مشرق وسطی کی جنگ کا سب سے بڑا اور برا اثر تیل کی عالمی قیمتوں پر پڑا ہے یک دم خام تیل کی قیمت 100

ڈالر سے بھی اوپر گئی جو ماضی کے حوالوں سے بلند ترین سطح ہے جس کی حقیقی وجہ آبنائے ہرمز ہے جہاں سے دنیا کے تقریبا 20 فیصد تیل کی ترسیل ہوتی ہے جب اس راستے میں کوئی رکاوٹ آتی ہے تو عالمی توانائی شدید متاثر ہوتی ہے اور قیمتیں تیزی سے بڑھ جاتی ہیں۔ اس جنگ میں ایران نے آبنائے ہرمز میں بارودی سرونگوں سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لیے تیل کی ایک بوند لے جانا بھی مصیبت بنا دی ہے۔ امریکہ نے ایرانی بحریہ کی مکمل تباہی کے اعلان کے باوجود اپنے اتحادیوں سے مدد مانگی لیکن اسے کسی نے گھاس نہیں ڈالی۔ لہٰذا جنگ کے اثرات سے یورپ، ایشیا ہی نہیں، امریکہ بھی محفوظ نہیں رہا، اسٹاک مارکیٹس میں شدید اتار چڑھاؤ دیکھنے کو ملا سرمایہ کار ایسے حالات میں سرمایہ کاری صرف سونا چاندی اور ڈالرز میں اس لیے کرتا ہے کہ وہی اسے محفوظ سرمایہ کاری لگتی ہے۔ سٹاک مارکیٹس میں فروخت کا دباؤ بڑھ جاتا ہے امریکہ اسرائیل اور ایران کی جنگ روکنے کے کی مختلف کوششیں جاری ہیں لیکن اس کے فوری حل کی کوئی امید نہیں، ایران پر مہلک ترین بمباری سے شہروں کے شہر تباہ و برباد کر دیے گئے لیکن ایران نے بھی ایک کے بعد ایک میزائل استعمال کر کے اسرائیل کے اہم ترین شہروں کو کھنڈر بنا دیا اس تباہی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے غزہ کا ایکشن ری پلے چل رہا ہو۔ بظاہر صدر ٹرمپ اپنے دعووں میں اپنی جیت اور ایران کی شکست کا بار بار

اعلان کرتے دکھائی دیئے لیکن حقیقت میں امریکہ اسرائیل کے عوام، مبصرین اور سیاسی رہنما اس جنگ پر سخت تنقید کر رہے ہیں اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایران اپنے ماضی کے تجربات اور مشاہدات کے حوالے سے جنگ کو طول دینا چاہتا ہے۔ اگر جنگ طویل عرصے تک چلی تو عالمی معیشت پر سنگین اثرات مرتب ہوں گے جس میں عالمی کساد بازاری کا خطرہ، توانائی اور خوراک کا بحران، عالمی مہنگائی میں طوفان اور ترقی پذیر ممالک میں قرضوں کا دباؤ بڑھے گا۔ جنگوں کے نتیجے میں توانائی، خوراک اور مالیاتی منڈیوں میں ہمیشہ عدم استحکام پیدا ہوتا ہے اس وقت بھی یوکرائن اور مشرق وسطی کے جھگڑوں نے بھی عالمی معیشت کو متاثر کیا ہے ایسے میں پاکستان بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ پاکستان جیسا ترقی پذیر ملک پہلے ہی اقتصادی اور سیاسی بحران

جنگی کشیدگی کے باعث دنیا بھر کی طرح پاکستان اسٹاک ایکسچینج میں بھی شدید مندی دیکھنے کو ملی بلکہ تاریخ کی ایسی کمی کا سامنا بھی کرنا پڑا کہ مارکیٹ کو عارضی طور پر روکنا پڑا۔ اس بحرانی صورتحال میں اچانک ہزاروں پوائنٹس گرنے سے سرمایہ کاروں کو کھربوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا جس کی بنیادی وجہ عالمی جنگی ماحول، تیل کی قیمتوں میں اضافہ اور سرمایہ کاروں کا خوف ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں جنگ ہو نقصان ہمیشہ ریکارڈ کیا جاتا ہے اس لیے کہ کاروبار کوئی بھی ہو وہ امن کے بغیر نہیں چلتا لیکن جہاں بارود انسانی جانوں کی قتل و غارت گری سے خون کی بو پھیلی ہو وہاں امن کی فاختہ تمام کاروباری سرگرمیوں کو لے کر اڑ جاتی ہے۔

میں پھنسا ہوا ہے حکومت ماہرین کی معاونت اور دوست ممالک کی مدد سے بمشکل اپنے پاؤں مضبوط کرتی ہے کہ اچانک کوئی نیا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جنگ سراسر نقصان کا سودا ہے لیکن عالمی تناظر میں اکثر اوقات اس سے بچا نہیں جا سکتا اور جنگ جب مقدر بنتی ہے تو وہ قومی سرمایہ، انسانی جانیں، وسائل اور مستقبل کے خواب جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اسے ایشیا، یورپ، افریقہ، مشرق وسطی کسی بھی حوالے سے پرکھا جائے تو عالمی اور علاقائی گھاٹا بے نقاب ہو جائے گا کیونکہ جنگیں صرف میدان جنگ تک کبھی محدود نہیں رہتیں بلکہ اس کے اثرات عالمی علاقائی معیشت و تجارت کے ذریعے عام آدمی کی زندگی تک پہنچتے ہیں۔ پاکستان جیسے مسائل میں گھرے ترقی پذیر ممالک کے لیے یہ صورتحال خاص طور پر خطرناک ہوتی ہے کیونکہ ایسے ممالک کی معیشت نہ صرف کمزور اور عارضی ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے بلکہ عالمی جھٹکوں کو برداشت کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ خطے میں امن، سفارتی مذاکرات اور اقتصادی تعاون ہی وہ راستہ ہے جس سے عالمی معیشت کو کسی بھی بحران سے بچایا جا سکتا ہے پاکستان ہی نہیں، موجودہ جنگی ماحول میں دنیا اس وقت ایسے دور سے گزر رہی ہے کہ جغرافیائی اور سیاسی کشیدگیاں عالمی معیشت کے لیے دردسر بن چکی ہیں۔ مشرق وسطی میں بڑھتی ہوئی جنگی صورتحال نے عالمی منڈیوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے بلکہ پاکستان سمیت متعدد ترقی پذیر ممالک کی معیشت شدید دباؤ میں آ چکی ہے اور اس کے اثرات اسٹاک مارکیٹس کے ذریعے اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہے۔ ابھی تو جنگ جاری ہے لیکن معیشت پر اس کے اثرات جنگ بندی کے بعد بھی کسی نئے انداز میں چیلنج بن کر بھی آئیں گے۔ اس لیے عالمی اور قومی سطح پر ایسی جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے کہ جس سے امن قائم ہونے کے بعد منظر عام پر آنے والے اثرات سے بھی بچا جا سکے۔ پاکستان برسوں سے دہشت گردی کی جنگ میں صبر و استقامت سے جانی و مالی قربانیاں دے رہا ہے اور اجتماعی مفادات کے لیے اندرونی اور بیرونی خطرات سے بھی نمٹ رہا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ مشرق وسطی کی جنگ جاری رہے یا بند ہو جائے اسے اپنی سلامتی اور استحکام کے لیے بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے جس میں جنگی تناظر میں مہنگائی اور معاشی اثرات سرفہرست ہیں۔

پاک افغان جنگ، آپریشن غضب للحق جاری ہے

آخری دہشتگرد کے خاتمے تک

محمد زکریا
(مصنف، کالم نگار ہیں اور پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں)

جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا کے سنگم پر واقع پاکستان اور افغانستان کے تعلقات ہمیشہ سے پیچیدہ اور حساس رہے ہیں۔ تاریخ، جغرافیہ، قبائلی روابط اور عالمی سیاست نے ان تعلقات کو بارہا متاثر کیا ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں جب افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہوئی تو بہت سے مبصرین کو امید تھی کہ دونوں ہمسایہ ممالک کے درمیان تعلقات میں بہتری آئے گی اور سرحدی سلامتی کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ مگر اس کے برعکس حالیہ مہینوں میں پاک افغان سرحد پر کشیدگی میں نمایاں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے جس نے نہ صرف دونوں ممالک کے تعلقات کو متاثر کیا ہے بلکہ پورے خطے کی سیاست کو بھی نئی سمت دے دی ہے۔ اسی پس منظر میں پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف ایک سخت اور فیصلہ کن کارروائی کے طور پر آپریشن غضب للحق کا آغاز کیا ہے۔ اس آپریشن نے پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کو ایک نازک موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ سرحدی جھڑپیں، سفارتی بیانات، تجارتی بندش اور عالمی ردعمل اس بحران کے اہم پہلو بن چکے ہیں۔

1979 میں سوویت یونین کی افغانستان میں مداخلت کے بعد پاکستان نے افغان مجاہدین کی مدد کی اور لاکھوں افغان مہاجرین کو اپنے ملک میں پناہ دی۔ اس جنگ کے بعد خطے میں طاقت کا توازن بدل گیا۔ 2001 میں نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے افغانستان میں جنگ شروع کی تو پاکستان ایک اہم اتحادی کے طور پر سامنے آیا۔ مگر اس دوران بھی سرحدی دہشت گردی، عسکریت پسندی اور پناہ گاہوں کے الزامات دونوں ممالک کے تعلقات پر سایہ فگن رہے۔ 2021 میں جب امریکہ نے افغانستان سے انخلا کیا اور طالبان دوبارہ اقتدار میں آئے تو خطے میں ایک نئی سیاسی حقیقت وجود میں آئی۔ پاکستان کو امید تھی کہ طالبان حکومت سرحدی سلامتی کے مسائل حل کرنے میں تعاون کرے گی،

مگر وقت گزرنے کے ساتھ یہ توقعات پوری نہ ہوسکیں۔

2025 کے آخر اور 2026 کے آغاز میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔ پاکستانی حکام کے مطابق ان حملوں میں ملوث عناصر افغانستان کی سرزمین استعمال کر رہے تھے۔ پاکستان نے بارہا افغان طالبان حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی سرزمین کو پاکستان کے خلاف استعمال ہونے سے روکیں۔ پاکستانی حکام کا کہنا تھا کہ تحریک طالبان پاکستان کے کئی جنگجو افغانستان کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں اور وہیں سے کارروائیاں کرتے ہیں۔ افغان طالبان نے ان الزامات کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان کسی بھی ملک کے خلاف اپنی سرزمین استعمال نہیں ہونے دے گا۔ مگر حالات اس وقت مزید کشیدہ ہو گئے جب سرحدی علاقوں میں فائرنگ کے واقعات اور جھڑپوں کی اطلاعات سامنے آئیں۔

> پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کی تاریخ قیام پاکستان سے بھی پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان سرحد جسے ڈیورنڈ لائن کہا جاتا ہے، 1893 میں برطانوی ہندوستان اور افغان امیر عبدالرحمٰن خان کے درمیان طے پائی تھی۔ یہی سرحد بعد میں پاکستان اور افغانستان کے درمیان بین الاقوامی سرحد بن گئی۔ افغانستان وہ واحد ملک تھا جس نے 1947 میں پاکستان کے قیام کے وقت اقوام متحدہ میں پاکستان کی رکنیت کی مخالفت کی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ ڈیورنڈ لائن کا مسئلہ تھا جسے افغانستان نے مکمل طور پر تسلیم نہیں کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں ممالک کے تعلقات میں کبھی بہتری آئی اور کبھی کشیدگی پیدا ہوئی۔

دنیا کو ایک اور نائن الیون کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ انھیں اس معاملے کو ترجیحی بنیادوں پر دیکھنا ہوگا اور ان کے متعلق کوئی پالیسی اپنانی ہوگی۔ پاکستان کے لیے یہ مشکل وقت ہے اور پاکستان کو شدت پسندی کے خلاف یہ جنگ ہر صورت میں جیتنا ہے کیونکہ اس جنگ کو جیتنے کے علاوہ پاکستان کے پاس کوئی اور آپشن نہیں ہے کیونکہ افغانستان میں پاکستان کے خلاف سرگرم جنگجوؤں کو بھارت کی جانب سے بھرپور حمایت اور مالی معاونت حاصل ہے۔

دونوں ممالک کے مابین اس وقت سفارتی اور تجارتی تعلقات بالکل منجمد ہیں۔ پاکستان ہمسائیوں سے تعلقات بات چیت اور نان کائنیٹک آپریشنز کے ذریعہ بہتر کرنا چاہتا ہے لیکن پاکستان کی شکایات دور کرنا تو دور کی بات ہے افغان طالبان پاکستان میں ہونے والے دہشت گرد حملوں کی مذمت بھی نہیں کرتے ہیں۔ افغان طالبان نے کبھی یہ عزم بھی ظاہر نہیں کیا کہ وہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تیار ہیں، پاکستان بات چیت کرنا چاہتا ہے لیکن یہ روابط دوطرفہ ہوتے ہیں یکطرفہ نہیں اور پاکستان ہر ممکن طریقے سے اپنی عوام کو محفوظ بنانے کیلئے پرعزم ہے۔ نا صرف پاکستان بلکہ تاجکستان جیسے خطے کے دیگر ممالک بھی افغان طالبان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ افغان سرزمین میں موجود شدت پسندوں کے خلاف ایکشن لیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ افغان طالبان اس بات کو سمجھ ہی نہیں رہے ہیں کہ یہ کوئی مسئلہ ہے۔

ترکی اور قطر میں ہونے والے مذاکرات میں پاکستان نے دہشتگردی کے ثبوت بھی پیش کیے لیکن افغان طالبان اس بات آمادہ نہیں ہیں کہ کچھ غلط نہیں ہے، تو پھر بات چیت کیسے آگے بڑھ سکتی ہے؟ پاکستان صرف یہ چاہتا ہے کہ افغانستان میں طالبان ایک ذمہ دار ریاست کے طور پر دنیا سے کیے گئے اپنے وعدہ پورے کرے۔

ڈی جی آئی ایس پی آر نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ آپریشن غضب للحق میں دہشتگردوں کی پناہ گاہیں اور اسلحہ ڈپو تباہ کیے گئے ہیں۔ وزیراعظم اور سول لیڈرشپ کے حکم کے مطابق یہ آپریشن جاری رہے گا اور ہم مطلوبہ اہداف حاصل کر رہے ہیں۔ افغان رجیم کو پاکستان اور دہشتگرد گروہوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ پاک فوج نے طالبان سمیت دیگر دشمنوں پر واضح کر دیا ہے کہ ہمارا انتخاب بہت واضح ہے اور وہ ہے پاکستان، اس کی سکیورٹی اور عوام کا تحفظ اور ناموس۔

آپریشن غضب للحق کا بنیادی مقصد سرحد پار دہشت گردی کا خاتمہ اور پاکستان کے خلاف سرگرم دہشت گرد نیٹ ورکس کو ختم کرنا ہے۔ پاکستانی حکام کا کہنا ہے کہ یہ کارروائی دفاعی نوعیت کی ہے اور اس کا مقصد افغانستان کی خودمختاری کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ پاکستان کی قومی سلامتی کو یقینی بنانا ہے۔ اس آپریشن کے دوران پاکستان نے سرحد کے قریب موجود مبینہ دہشت گرد ٹھکانوں کو نشانہ بنایا ہے۔ اطلاعات کے مطابق فضائی اور زمینی دونوں نوعیت کی کارروائیاں کی گئی ہیں۔ پاکستانی فوج کے مطابق ان کارروائیوں میں دہشت گردوں کے کئی ٹھکانے تباہ

کیے گئے ہیں اوران کے نیٹ ورک کو شدید نقصان پہنچایا گیا ہے۔

بھارت اور افغانستان کے گٹھ جوڑ کو بے نقاب کرتے ہوئے پاکستان نے کہا ہے کہ انسداد دہشت گردی اقدامات افغان عوام کے خلاف نہیں بلکہ افغان سرزمین سے پیدا ہونے والے خطرات کو ختم کرنے کے لیے ہیں۔ دنیا کو ایسے ملک سے لیکچر لینے کی ضرورت نہیں جو مسلسل بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ بھارت ایک ایسی ریاست ہے جو غیر قانونی قبضے، اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی، کشمیر میں ریاستی دہشت گردی، اقلیتوں کو نشانہ بنانے اور جھوٹے پروپیگنڈے کو ریاستی پالیسی کے طور پر استعمال کرنے کی مرتکب ہے۔ پاکستان ،افغان طالبان کو بارہا مفاہمت کی پیشکش کر چکا ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا ہے۔ آج افغانستان دہشت گرد گروہوں اوران کے حمایتی نیٹ ورکس کی پناہ گاہ بن چکا ہے۔

پاکستانی حکومت اور عسکری قیادت کا کہنا ہے کہ پاکستان کو اپنی سرزمین اور شہریوں کے تحفظ کا مکمل حق حاصل ہے۔ پاکستانی حکام کے مطابق اگر کسی ملک کی سرزمین پاکستان کے خلاف دہشت گردی کے لیے استعمال ہو رہی ہو تو پاکستان کو اپنے دفاع کے لیے اقدامات کرنے کا حق حاصل ہے۔ پاکستان نے یہ بھی کہا کہ افغانستان میں موجود دہشت گرد عناصر نہ صرف پاکستان بلکہ پورے خطے کے لیے خطرہ ہیں۔ پاکستانی تجزیہ کاروں کے مطابق اگر ان گروہوں کے خلاف بروقت کارروائی نہ کی جاتی تو پاکستان کے اندر دہشت گردی مزید بڑھ سکتی تھی۔

> پاکستان دہشت گردوں اور دنیا کے مابین ایک دیوار ہے اور بار بار ہونے والے حملے اس دیوار کو کمزور کر رہے ہیں۔ دہشت گردوں کا ہدف صرف کوئٹہ اور لاہور نہیں ہے بلکہ یہ لندن اور نیویارک تک ہے اور یہ ہم سے ہو کر پہنچیں گے۔ داعش اور ٹی ٹی پی خطے کے علاقائی ممالک کے ساتھ ساتھ روس اور دنیا کے لیے بھی خطرہ ہیں۔ ایسی اطلاعات ہیں کہ شام کا محاذ بند ہونے کے بعد مشرقِ وسطیٰ میں موجود جنگجو افغانستان کا رُخ کر رہے ہیں اور ایسے میں کسی بڑے حملے کے خطرے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ افغانستان میں ایک ایسا گروہ حکومت کر رہا ہے، جس نے نا صرف وہاں کے عوام کی زندگی مشکل کر دی ہے بلکہ یہ دنیا بھر کے لیے خطرہ بن چکا ہے۔

پاکستان نے افغان طالبان پر یہ واضح کر دیا ہے کہ انھیں پاکستان یا دہشت گرد تنظیموں کے درمیان ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ انتہائی واضح، نمایاں اور قابل تصدیق اقدامات کے ذریعے افغان طالبان کو یہ انتخاب کرنا ہوگا۔ وہ پاکستان میں کارروائیاں کرنے والی دہشت گرد تنظیموں کی قیادت کو پاکستان کے حوالے کرے اوران کے خلاف عملی اقدامات کرے جو نظر بھی آئیں اور قابل تصدیق بھی ہوں۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا پاکستان کی کارروائیاں جاری رہیں گی۔ افغان طالبان حکومت کے مختلف دہشت گرد گروہوں کے ساتھ قریبی روابط ہیں اور افغان سرزمین پاکستان کے اندر دہشت گردوں کی کارروائیوں میں استعمال ہو چکی ہے جن میں بے شمار عام افراد اور سکیورٹی اہلکار مارے گئے ہیں۔

آپریشن کے بعد سرحدی علاقوں میں کشیدگی میں مزید اضافہ دیکھا گیا ہے۔ دونوں جانب سے فائرنگ اور جھڑپوں کی اطلاعات سامنے آئی ہیں۔ سرحدی علاقوں میں رہنے والے عام شہری اس صورتحال سے شدید متاثر ہوئے ہیں۔ کئی علاقوں میں لوگوں کو نقل مکانی پر مجبور ہونا پڑا۔ بعض رپورٹس کے مطابق سرحدی دیہات میں گھروں اور املاک کو نقصان پہنچا جبکہ کئی افراد زخمی بھی ہوئے ہیں۔ یہ صورتحال دونوں ممالک کے لیے ایک بڑا انسانی اور سیکیورٹی چیلنج بن گئی ہے۔

کابل میں 16 مارچ کی شب ہونے والے فضائی حملے کے نتیجے میں منشیات کے عادی افراد کی بحالی کے مرکز کی تباہی کے بعد ملبے کو ہٹانے اور مزید ممکنہ زخمیوں اور لاشوں کو نکالنے کا کام تاحال جاری ہے۔ افغان طالبان نے 'امید ایڈیکشن ٹریٹمنٹ ہسپتال' پر ہونے والے اس حملے کا الزام پاکستان پر عائد کیا ہے جبکہ پاکستان نے اس کی تردید کی ہے۔ دوسری جانب اقوام متحدہ نے پیر کی شب منشیات بحالی مرکز پر حملے کی

فوری، آزاد اور شفاف تحقیقات کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ ذمہ دار افراد کو قانون کے مطابق جوابدہ ٹھہرایا جانا ضروری ہے۔ یاد رہے کہ طالبان حکومت کے ترجمان نے الزام عائد کیا ہے کہ نشے کے عادی افراد کے بحالی مرکز کو 16 مارچ کی شام پاکستان کی جانب سے کیے گئے ایک فضائی حملے میں نشانہ بنایا گیا ہے تاہم پاکستان نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے دعویٰ کیا پاکستان کی جانب سے پیر کی شام کیے گئے فضائی حملے میں کابل اور مشرقی افغان صوبے ننگرہار میں فوجی تنصیبات اور 'دہشت گردوں کے مراکز' کو نشانہ بنایا گیا تھا۔

پاک افغان کشیدگی کا ایک بڑا اثر سرحدی تجارت پر بھی پڑا ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان تجارت کا بڑا حصہ زمینی راستوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ طورخم اور چمن بارڈر اس تجارت کے اہم مراکز ہیں۔ جب سرحدی کشیدگی بڑھی تو کئی مواقع پر سرحدی راستے بند کر دیے گئے۔ اس کے نتیجے میں سینکڑوں ٹرک سرحد کے دونوں اطراف پھنس گئے۔ افغانستان چونکہ ایک خشکی سے گھرا ہوا ملک ہے اس لیے اس کی تجارت کا بڑا حصہ پاکستان کے راستے ہوتا ہے۔ سرحد بند ہونے سے افغانستان میں اشیائے خوردونوش اور دیگر ضروری سامان کی قلت پیدا ہونے کا خدشہ پیدا ہوگیا۔ پاکستانی تاجروں کو بھی اس صورتحال سے نقصان پہنچا کیونکہ افغانستان پاکستان کی برآمدات کے لیے ایک اہم منڈی ہے۔

سرحدی کشیدگی کے باعث مقامی آبادی کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کئی خاندان اپنے گھروں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ سرحدی علاقوں میں کاروبار متاثر ہوئے ہیں اور روزگار کے مواقع بھی کم ہوگئے ہیں۔ عام شہریوں کے لیے زندگی مزید مشکل ہوگئی ہے۔ کئی ممالک اور عالمی اداروں نے دونوں ممالک سے تحمل اور مذاکرات کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی اپیل کی ہے۔ علاقائی استحکام کے حوالے سے چین، ایران اور وسطی ایشیائی ممالک بھی اس صورتحال میں دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ اس کشیدگی کا اثر پورے خطے پر پڑسکتا ہے۔

پاکستان افغانستان میں سرحد کے قریب علاقوں میں ان فوجی تنصیبات کو تباہ کر رہا ہے جہاں سے ٹی ٹی پی اور دہشت گرد تنظیموں کی کارروائیوں کو لانچ کیا جاتا تھا۔ ساتھ ہی پاکستان ان سرحدی چوکیوں کو بھی تباہ کر رہا ہے جہاں سے پاکستان کے خلاف افغانستان کی طرف سے ہر بار فوجی کارروائی کی جاتی ہے۔ حالیہ کشیدگی کے دوران بھی ان چوکیوں سے پاکستان پر حملے کیے گئے ہیں۔ تجزیہ کاروں کے مطابق ان کارروائیوں کا مقصد یہ نظر آتا ہے کہ ان علاقوں میں افغان طالبان کو اس پوزیشن میں لایا جائے کہ وہ مستقبل میں اس کے لیے سکیورٹی چیلنج نہ بنیں۔ طالبان نے اپنی ڈیڑھ لاکھ کے قریب فوج کھڑی کر رکھی ہے جس کے پاس سات ارب ڈالر مالیت کا وہ اسلحہ موجود ہے جو امریکہ پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ بلوچ لبریشن آرمی کے ٹھکانے جو شمال کی جانب موجود ہیں، ان کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ تاحال پاکستانی کارروائیوں میں کسی بڑے دہشت گرد کمانڈر کے نہ مرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ محفوظ مقامات پر چھپے ہوئے ہیں۔

پاکستان اور افغانستان کے درمیان جاری تناؤ کی روک تھام کیلئے چین کی جانب سے سنجیدہ کاوشیں بروئے کار لائی جارہی ہیں۔ مگر چین کیلئے یہ مہم کسی بھی طرح آسان دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ ایک طرف افغانستان ہے جو یہ تسلیم کرنے سے ہی انکاری ہے کہ کالعدم تحریک طالبان پاکستان کی اس کی سرزمین پر موجودگی ہے۔ طالبان کا کہنا ہے کہ یہ پاکستان کا اندرونی مسئلہ ہے اور اس کا موقف ہے کہ پاکستان اس کو افغانستان پر مسلط کر کے اپنے اندرونی مسائل سے جان چھڑوا رہا ہے۔ جبکہ دوسری طرف پاکستان کا موقف ہے کہ افغانستان ٹی ٹی پی اور دہشت گرد گروپوں کو سہولت فراہم کر رہا ہے، انھیں مالی اور تکنیکی مدد فراہم کر رہا اور انھیں محفوظ پناہ گاہیں فراہم کر رہا ہے۔ دہشت گرد پاکستان

میں کارروائیاں کرتے ہیں جس میں عام لوگ اور فوجی اہلکار شہید ہو رہے ہیں۔ اگر تو چین دونوں ملکوں کے ان بنیادی موقف کے فرق کو ختم کروا سکتا ہے تو پھر تو اس کو ثالثی میں اس کو کامیابی مل سکتی ہے لیکن ایسا ہونا مشکل نظر آ رہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چین کا اثر و رسوخ دونوں ملکوں پر بہت زیادہ ہے لیکن کوئی بھی اثر و رسوخ کسی ملک کی قومی سلامتی کی قیمت پر نہیں لیا جاتا۔ اگر افغان طالبان کی سوچ کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے تو وہ ٹی ٹی پی کو چھوڑنا اپنے بنیادی نظریات کے منافی سمجھتے ہیں جو کہ ان کی سیاسی موت ہوگی۔ ان کو ساتھ رکھنا افغان طالبان کو ایک نظریاتی جواز فراہم کرتا ہے۔ افغان طالبان ہمیشہ سے بیرونی حملہ آوروں کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے لوگوں کے سامنے خود کو کمزور نہیں دکھا سکتے۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ پاکستان نے ان پر کچھ بم گرائے اور وہ کہیں کہ ہم ٹی ٹی پی کو آپ کے حوالے کر رہے ہیں۔ تاہم وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے قبل سعودی عرب کی طرح چین بھی یہی کوشش کرے گا کہ دونوں ممالک کو زیادہ بڑے مسائل ایک طرف رکھ کر پہلے فوری نوعیت کے مسائل کو حل کرنے پر قائل کیا جائے۔

پاک افغان کشیدگی صرف دو ممالک کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے اثرات پورے خطے پر پڑ سکتے ہیں۔ اگر یہ کشیدگی طویل عرصے تک جاری رہتی ہے تو اس سے جنوبی اور وسطی ایشیا میں عدم استحکام پیدا ہو سکتا ہے۔ علاقائی تجارت، اقتصادی منصوبے اور سیکیورٹی تعاون سب متاثر ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے ماہرین کا کہنا ہے کہ دونوں ممالک کو جلد از جلد مذاکرات کے ذریعے مسائل حل کرنے ہوں گے۔ ماہرین کے مطابق پاک افغان کشیدگی کا مستقل حل صرف فوجی کارروائی نہیں بلکہ سفارت کاری اور تعاون میں ہے۔ دونوں ممالک کو چاہیے کہ وہ سرحدی سلامتی کے لیے

مشترکہ میکانزم قائم کریں اور دہشت گردی کے خلاف ٹھوس اقدامات اٹھائے جائیں۔اقتصادی تعاون اور تجارت کو بھی فروغ دیا جانا چاہیے تاکہ دونوں ممالک کے عوام کو فائدہ ہو۔

اگر دونوں ممالک دانشمندی سے کام لیں اور مذاکرات کا راستہ اختیار کریں تو نہ صرف اس بحران کو ختم کیا جاسکتا ہے بلکہ پورے خطے میں امن اور استحکام کو بھی فروغ دیا جاسکتا ہے۔اس سے قبل اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی رپورٹ نے افغانستان میں داعش خراسان، تحریک طالبان پاکستان اور القاعدہ سمیت متعدد شدت پسند تنظیموں کی موجودگی کی تصدیق کی ہے۔پاکستان کے علاوہ افغانستان کے دیگر ہمسایہ ممالک جیسا کہ تاجکستان، ایران، ازبکستان اور چین بھی افغانستان میں شدت پسند تنظیموں کی موجودگی پر پریشان دکھائی دیتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ افغان طالبان، پاکستان کے مسائل کا ادراک کرتے ہوئے ٹی ٹی پی کیخلاف ازخود سخت کارروائی کریں، افغانستان میں شدت پسند گروہوں کی موجودگی نہ صرف پاکستان میں دہشتگردی کی بڑی وجہ ہے بلکہ عالمی امن کیلئے بھی بڑا خطرہ ہے۔پرامن بقائے باہمی کا تقاضا ہے کہ افغان سرزمین کسی بھی ملک کیخلاف استعمال نہ ہو۔افغانستان ایک اہم تجارتی شاہراہ کے طور پر جنوبی ایشیا کو ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان سمیت دیگر ممالک کے ساتھ جوڑ سکتا ہے۔افغان طالبان کو تخریبی سوچ کی بجائے تعمیری سوچ اپنانا ہوگی۔ پاکستان کی جانب سے ناقابل تردید دہشتگردی کے ثبوتوں کے باوجود ٹی ٹی پی اور بی ایل اے کے دہشتگردوں کو محفوظ پناہ گاہیں فراہم کرنا کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہے۔افغانستان کو خودکش حملوں کی پشت پناہی اور دیگر انتہا پسندانہ اقدام کو ترک کر کے، ذمہ دار ریاست کے طور پر مذاکرات کی میز پر تمام تصفیہ طلب مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا۔بھارت کی پراکسی بننے کی بجائے اچھے ہمسائے بنیں، ترقی کیلئے سازگار ماحول تشکیل کریں اور پاکستان کے احسانات کا بدلہ خونریزی کی بجائے اخوت و بھائی چارے کی صورت میں دیں۔معصوم افراد کا قتل عام کسی صورت بھی اسلام یا افغان قوم کی خدمت نہیں ہے۔انتہا پسندانہ عزائم کو چھوڑ کر، دوستانہ ماحول اپنانا ہوگا تاکہ تمام خطے میں ترقی و خوشحالی کی راہیں ہموار کی جاسکیں۔

وینزویلا پر حملہ اور صدر کا اغوا

رباب زہرا

(مصنفہ ملکی اور بین الاقوامی امن اور احترام انسانیت کے حوالے سے مختلف اخبارات اور رسائل کے لیے لکھتی ہیں)

دنیا کی سپر پاور امریکہ کے صدر ٹرمپ نے سال رواں 2026 کے پہلے ہی مہینے جنوری میں ایک فوجی کاروائی سے ویزویلا کے صدر نکولس مادرو کو منشیات کے سمگلنگ اور جرائم کے الزامات لگا کر نہ صرف امریکہ منتقل کرلیا بلکہ اس پر مقدمہ چلانے کا بھی اعلان کر دیا یہی نہیں اس فوجی آپریشن میں صدر کی اہلیہ کو بھی گرفتار کرلیا گیا اس مداخلتی آپریشن میں وینزویلا کے درجنوں فوجی اور سکیورٹی اہلکار ہلاک بھی ہوئے، دنیا بھر میں اس واقعے کا شدید ردعمل دیکھنے کو ملا، اقوام متحدہ اور دنیا بھر کے مبصرین نے اس آپریشن کو غیر قانونی، غیر اخلاقی قرار دیتے ہوئے صدر کی گرفتاری کو ملکی خود مختاری کی بین الاقوامی خلاف ورزی کہا، چین، روس، میکسیکو، کیوبا، جنوبی افریقہ اور دیگر ممالک نے اس امریکی کاروائی کی مخالفت کی۔ ویزویلا کے ہزاروں افراد نے سڑکوں پر احتجاج کرتے ہوئے صدر کی رہائی کا مطالبہ کیا، مختلف ممالک نے خدشہ ظاہر کیا کہ امریکہ خطے میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے ایسے اقدامات کر رہا ہے۔

کسی ملک کو دوسرے ملک کے صدر کو زبردستی گرفتار کرنے کا حق نہیں ہے جبکہ صدر مادورو نے امریکی عدالت میں کہا کہ مجھے گرفتار نہیں بلکہ اغوا کیا گیا ہے میں اب بھی آئینی و قانونی طور پر صدر ہوں لیکن امریکی حکومت نے اس کاروائی کو نہ صرف جائز قانونی کاروائی گردانا بلکہ صدر ٹرمپ نے ویزویلا کے صدر ہونے کا بھی دعوی کر دیا حالانکہ وینزویلا کے نائب صدر ڈیلسی روڈریگیز عبوری صدر بن چکے تھے اور ملک میں سیاسی تبدیلیاں بھی رونما ہوگئی تھیں عالمی ردعمل میں بھی اس واقعے کو غیر معمولی قرار دیتے ہوئے معاملہ زیر بحث آیا۔

یقیناً امریکہ کا مقصد ویزویلا کے تیل پر قبضہ اور وہاں من مرضی کے حکمران تھے۔ اب عبوری حکمرانوں نے بظاہر امریکی واردات کی کھل کر مخالف و مذمت بھی کی لیکن وینزویلا کا تیل اس وقت مکمل طور پر امریکہ کے قبضے میں ہے۔ وہ نہ صرف تیل اور گیس نکال رہا ہے بلکہ فروخت بھی کر رہا ہے اس صورتحال میں صدر نکولس اور ان کی اہلیہ کا اغوا گرفتاری کا واقعہ جدید عالمی سیاست اور حالات میں ایک غیر معمولی واقعہ سمجھے جانے کے باوجود عالمی ادارے بشمول اقوام متحدہ کوئی کچھ نہیں کر سکے۔

یہ واقعہ امریکہ اور لاطینی امریکی ممالک کے تعلقات کو مزید خراب اور پیچیدہ بنا سکتا ہے وینزویلا کی حکومت اور صدر کی حمایتیوں کا موقف ہے کہ صدر کو طاقت کے زور پر غیر قانونی اغوا کیا گیا۔ ہر سطح پر مذمت اور امریکی اقدام کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا اس لیے کہ وینزویلا بڑے تیل کے ذخائر رکھنے والے ممالک میں شمار کیا جاتا ہے اور بین الاقوامی مبصرین تجزیہ کاروں کی رائے ہے کہ ٹرمپ کے صدارتی حکم پر ہونے والی یہ کاروائی صرف اور صرف تیل، توانائی اور وسائل پر قبضہ کی خواہش ہے۔ باقی الزامات صرف حکومتی تبدیلی کے لیے منصوبہ بندی کی گئی ہے جس میں خفیہ ایجنسیوں اور مقامی سہولت کاروں کی مشاورت تعاون سے انکار ممکن نہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ کئی برسوں سے اپنی معیشت اور توسیع پسندانہ سوچ کو تقویت دینے کے لیے تیاری کر رہا تھا جسے صدر ٹرمپ نے اپنے جارحانہ عزائم سے عملی شکل دے دی لیکن یہ انداز مستقبل میں عالمی طاقتوں کی کشمکش میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔ عالمی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر دھونس، زبردستی کا امریکی فارمولا چل نکلا تو آنے والے وقت میں مداخلتوں کا خطرہ بڑھ جائے گا کیونکہ جب ایک ملک دوسرے ملک کے صدر کو گرفتار کرنا اپنا حق سمجھنے لگے گا تو پھر دوسروں کو کیسے روکا جا سکے گا؟ یہ سوچ اور انداز عالمی نظام کے لیے خطرناک مثال بن گیا ہے اس سے مستقبل میں مزید فوجی مداخلتوں کے راستے کھل سکتے ہیں۔ روس اور چین لاطینی امریکہ میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی خواہش مند ہیں، جو امریکہ کو قابل قبول ہرگز نہیں لیکن امریکی اقدام سے اب امریکی مخالفت کا کوئی اخلاقی و عسکری جواز باقی نہیں بچا، عالمی سطح پر ہر قسم کے فورم پر ونزویلا پر امریکی حملے، قتل و غارت گری اور صدر و اہلیہ کے اغوا کی مذمت کی گئی۔ پھر بھی سپر پاور اور عالمی امن کے ٹھیکے دار صدر ٹرمپ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر صدر وینزویلا نکولس مادورو پر مقدمہ بھی چلا رہے ہیں اور مستقبل میں انہیں سزا دے کر اپنی فتح کا اعلان بھی کر سکتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہی ہے کہ امریکہ نے ایک چھوٹے ملک کو مگرمچھ بن کر ہڑپ کرنے کی کوشش کی، فورسز اور سیکیورٹی اہلکاروں نے ٹکرانے کی کوشش بھی کی لیکن ناکامی پر بڑی طاقت نہ صرف کامیاب ہوگئی بلکہ دنیا بھر میں یہ تاثر ابھرا کہ طاقت کے سامنے اصول، ضابطے اور قانون کی کوئی حیثیت نہیں۔ جس کے باعث بین الاقوامی قانون، ملکی خودمختاری اور عالمی طاقتوں کے کردار پر انگنت سوالات جنم لے چکے ہیں اور ان کا جواب یا جواز کسی کے پاس نہیں۔ تاہم امریکہ اسے قانونی کاروائی نہ صرف سمجھتا ہے بلکہ ابھی بھی اپنے موقف پر قائم ہے اس وقت دنیا معاشی بحران کا شکار ہے اسرائیل اور امریکہ کے گٹھ جوڑ نے ایران سے مذاکرات کے باوجود اس پر حملہ کر کے مشرق وسطی کے ممالک کے لیے بھی نئے چیلنجز پیدا کر دیے ہیں اس کی خواہش ہے کہ جنگ کا

دائرہ وسیع ہو جائے اس کے اتحادی ساتھ دیں لیکن حالات اس کے برعکس ہیں کیونکہ ونزویلا واردات کے بعد صدر ٹرمپ نے گرین لینڈ اور کیوبا کو بھی دھمکی دے دی جس سے اس کے مستقبل کے عزائم کھل کر سامنے آ چکے ہیں۔ اس کے پرانے اتحادی برطانیہ اور نیٹو فورسز کے انکار نے دنیا کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ صدر ٹرمپ پر اعتماد بھی کیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ اس سوچ کے پس پردہ بھی امریکہ کا وینزویلا اور اس کے صدر کا غیر قانونی اغوا یا گرفتاری ہی سمجھی جا رہی ہے اور اس بات پر سب متفق ہیں کہ وینزویلا پر حملہ خالصتاً سیاسی اور غیر قانونی فوجی مداخلت ہے جس کے اثرات حال اور مستقبل دونوں میں نہ صرف ویزویلا بلکہ عالمی سیاست کے توازن پر بھی گہرے ہوں گے۔

اس صورتحال کا اگر مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو معاشی مفادات اور تیل پوری دنیا کا معاملہ ہے اسے کسی بھی ایک ملک کے ساتھ جوڑا نہیں جا سکتا نہ ہی کوئی ایسا فارمولا ہے کہ جس کے تحت کسی طاقتور کو کسی کمزور ملک یا معیشت پر قبضہ کرنے کی کھلی چھٹی مل سکے، دنیاوی نظام کو چلانے کے لیے عالمی قوانین جیو اور جینے دو کی بنیاد پر سب کو اپنی سلامتی، استحکام اور عوامی ترقی و خوشحالی کی منصوبہ بندی کا حق تسلیم کیا جاتا ہے پھر بھی وینزویلا جیسا واقعہ سپر پاور نے رونما کر کے مداخلت کی راہ ہموار کر دی۔ ایسے میں اگر امریکہ کی دیکھا دیکھی، روس اور چین بھی اپنے مفادات کے غلامی میں کسی چھوٹے، کم عسکری طاقت رکھنے والے آزاد خود مختار ملک پر چڑھ دوڑے تو کیا امریکہ اسے برداشت کر سکے گا؟ ہرگز نہیں، پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ اس نے خود ایسی کاروائی کیوں کی؟ جس سے عالمی طاقتوں میں پائی جانے والی لڑائی میں کمی کی بجائے

اضافے کے امکانات بڑھ گئے۔ یہ سراسر عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہی نہیں بلکہ دنیا کے امن کو ختم کر کے نامساعد حالات میں دھکیلنے کی غیر فطری کوشش ہے۔ وینزویلا پر حملے اور صدر کے اغوا پر دنیا اور عالمی ادارے اپنا حقیقی کردار ادا کرنے میں ناکام رہے اگر ردعمل روایتی نہ ہوتا، غیر معمولی اور سخت ہوتا، تو معاملہ عالمی عدالت انصاف تک ضرور پہنچتا اور صدر امریکہ کو لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں کیونکہ وینزویلا پر کھلی جارجیت،

اقتدار کی تبدیلی اور تیل پر قبضہ کر کے اس کی فروخت نے امریکی الزامات منشیات اور جرائم کی فہرست کو ردی کی ٹوکری میں پھینک کر امریکی خواہش کو بے نقاب کر دیا ہے۔ حقیقت صرف اور صرف معاشی معاملات اور تیل کے سوا کچھ نہیں ماضی کی امریکی حکومتیں بھی مختلف ممالک پر الزامات لگا کر لشکر کشی کر چکی ہیں اور نتائج ہمیشہ بنیادی الزامات کے برعکس نکلے۔ وینزویلا کے صدر کا اغوا بھی حالات کے بدلتے ہی غلط اور غیر قانونی ثابت ہو جائے گا لیکن اس وقت تک امریکہ بہادر دنیا کے سب سے بڑے تیل کے ذخائر سے بھرپور فائدہ اٹھا چکے ہوں گے۔ تاریخ لکھی جا رہی ہے کہ دنیا کی بڑی واحد سپر پاور اور اس کے حکمران صرف اپنی ٹھیکیداری اور طاقت کے محتاج ہیں لہذا اسے مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں دنیا کا کوئی ادارہ اور قانون کسی ملک کی خودمختاری اور سلامتی میں مداخلت کی اجازت اسی لیے نہیں دیتا کہ یہ ایک ایسی خلاف قانون واردات ہے جس سے پوری دنیا کا نظام تباہ ہو جائے گا کیونکہ جنگل کے قانون کے تحت جدید دنیا آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ان قوانین سے سلامتی اور عوامی خوشحالی کی منصوبہ بندی کا ایسا حق میسر ہے۔ کہ ہر ملک حالات و واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی آزادانہ پالیسی سے آگے

بڑھ سکے یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی اصول کسی کو کسی کی ریاست میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتے تاکہ سب ریاستیں اور حکمران اپنے اپنے مینڈیٹ کی تکمیل میں نہ صرف منصوبہ بندی کریں بلکہ ان پر عمل درآمد کرا کے مستقبل کی بہترین راہیں استوار کر سکیں۔ ایک چھوٹا ملک تیل کی دولت سے مالا مال خوشحال اور قابل رشک ریاست کی حیثیت رکھتا تھا لیکن وہاں کے صدر کو بیرونی مداخلت کے زور پر اغوا اور گرفتار کر کے جس انداز میں تبدیلی لائی گئی وہ وہاں کے عوام اور حکمرانوں کو بھی پسند نہیں آئی لیکن سپر پاور کی برتری اور امریکی خوشنودی میں جنہیں بولنا چاہیے تھا وہ بھی نہیں بولے۔ اگر صدر وینزویلا سچ مچ منشیات کے کاروبار اور جرائم کی سرگرمیوں میں ملوث تھے تو ان کے خلاف عوامی اور قانونی دباؤ میں کاروائی، احتساب اور مقدمات وینزولا کی سرزمین اور عدالتوں میں ہی چلنے چاہیے تھے لیکن ایسا نہیں ہو سکا، دنیا نے ناپسندیدگی اور مذمت کی، پھر بھی من مرضی طاقتور کی چلی۔ جس سے مستقبل میں بھی ایسی کاروائی کی رسم چل نکلی تو دنیا کا سارا نظام تہس نہس ہو جائے گا یہی لمحہ فکر ہے۔ عالمی ادارے اور بڑی طاقتیں خاموش رہیں تو اس غیر معمولی واقعے کے اثرات سب کو لے ڈوبیں گے۔ یقیناً یہ عام سی ایسی بات نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے ذرا سوچیں وینزویلا ایک خوشحال، آزاد ریاست اور اس کا صدر اپنی بیوی سمیت اغوا کر لیا جائے کیا یہ غیر معمولی واقعہ نہیں جس پر دنیا کا غیر معمولی ردعمل آنا چاہیے تھا؟

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/-	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	150/-	$-05
3	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	350/-	$-17
4	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	350/-	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/-	$-17
6	قائداعظم کے سنہری اقوال	انگریزی	100/-	$-04
7	اقوال قائد (پیپر بیک)	انگریزی	50/-	$-03
8	قائداعظم کے بانی محمد علی جناح	انگریزی	400/-	$-15
9	جناح اور ان کا دور (ادرز بیک)	انگریزی	250/-	$-10
10	مادر ملت سر بیانات	اردو	250/-	$-10
11	مادر ملت تصویری البم	اردو	250/-	$-10
12	پاکستان ڈیزائن کرافٹس	انگریزی	200/-	$-04
13	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (چار جلدیں)	انگریزی	450/-	$-17
14	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (پیپر بیک) (چار جلدیں)	انگریزی	400/-	$-15
15	پاکستان منظر نامہ	انگریزی	250/-	
16	پاکستان۔ بنیادی حقائق	انگریزی	50/-	$-02
17	آج کا پاکستان ایک طائرانہ نظر	انگریزی	2000/-	$-120
18	پاکستان سرزمین ... (ہماری ثقافت، دستکاری، ملبوسات، جواہرات)	انگریزی	1000/-	$-20
19	پاکستان آئینی مسودہ کی نقول (پرنٹنگ ایڈیشن)	انگریزی، عربی، فرانسیسی، چینی	500/-	$-20
20	انڈس ایمبرائیڈری	انگریزی	2500/-	$-125
21	چھوٹوں کے لئے کتابچے	انگریزی	60/-	
22	ٹریبل انجلس	انگریزی	200/-	$-12
23	ٹرک آرٹ	انگریزی	200/-	$-08
24	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	انگریزی	100/-	$-04
25	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	انگریزی	100/-	$-04
26	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/-	$-01
27	دست افکار (غالب کی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/-	$-04
28	رحمت کا فرشتہ (عبدالستار ایدھی)	انگریزی	615/-	$-50
29	ماہ نو غالب (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
30	ماہ نو اقبال (خصوصی ایڈیشن)	اردو	350/-	$-17
31	ماہ نو قائداعظم (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
32	ماہ نو فیض (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
33	ماہ نو احمد فراز (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
34	ماہ نو احمد ندیم قاسمی (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
35	ماہ نو جالب نمبر (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
36	ماہ نو جوش (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
37	ماہ نو انتخاب دوئم (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
38	ماہ نو انتخاب 2018ء (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
39	ماہ نو سرسید احمد خان (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-15
40	ماہ نو ضمیر جعفری (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
41	ماہ نو (ماہنامہ) (گذشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
42	ماہ نو (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
43	پاک جمہوریت (اردو ترجمہ) (خصوصی ایڈیشن)	اردو	10/-	
44	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (گذشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
45	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
46	پاکستان کیلنڈر	انگریزی	200/-	$-120

رابطہ برائے خریداری

منیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ، زیرو پوائنٹ، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-9252182 فیکس: 051-9252176

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، اسلام آباد
ریجنل آفس: 291 اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور۔